# میرے بھائی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ صاحب

## جناب شمس نوید عثمانی

معروف دردمند اہلِ قلم جناب شمس نوید عثمانی کی یہ مختصر مگر پراثر تحریر — برہان کے "مفکرِ ملت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نمبر" — کے لئے لکھی گئی تھی مگر یہ دفتر برہان میں اس وقت وصول ہوئی جب مذکورہ نمبر ترتیب، کتابت وطباعت کے تمام مراحل سے گذر چکا تھا اس لئے اب اس کو برہان میں شائع کیا جارہا ہے۔

(ادارہ)

اپنے خاندان عثمانی کے جن بزرگوں کو "سُننے" کا ہی موقعہ ملا، "دیکھنے" کا نہیں، اس لئے کہ وہ دنیا میں میرے آنے سے پہلے یا ہوش میں آنے سے پہلے یا ہوش میں آنے سے پہلے ہی جاچکے تھے! — ان میں سے مجھے سب سے زیادہ عقیدت روحانی جس خون کے رشتے والے بندۂ خدا سے محسوس ہوئی وہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے والد ماجد حضرت مفتی عزیزالرحمٰنؒ عثمانی ہیں! — جو میرے بڑے چچا یا "تائے" دیوبند کی زبان میں تھے! —

اور —

خود مفتی عزیزالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح یا واقعات میں سب سے زیادہ

جس واقعہ نے مجھے اپیل کیا اور وہ میرے لئے اللہ کی رحمت سے سفرِ حیات کے زادِ راہ میں شامل ہوگیا وہ مختصراً حسبِ ذیل ہے:-

"اپنی بیوی یعنی میری تائی اماں رحمہا اللہ سے ان کے حسن معاشرت نے مجھے اپیل کیا اور پڑوس کی بیکسوں، بیواؤں کے ساتھ مفتی صاحب کے غمگسارانہ حسن معاشرت نے گہرا اثر ڈالا — مشاہدہ یہ ہے کہ ہماری تائی اماں کی گفتگو نرم کم اور گرم زیادہ تھی۔ مگر مفتی صاحب "ان شوہر" کا یہ عالم تھا کہ وہ ان کی ہر گرمی کے جواب میں نرم ترین نرمی کی شان سے "گرم" ہوتا تھا!! — یعنی جس بات پہ تائے ابا کو غصہ — بشری طور پر غصہ آجاتا تو اس کی پہچان یہ نہ تھی کہ ان کی آواز غصہ کے پارے کے ساتھ چڑھتی اور بلند ہوتی جائے! — بلکہ یہ تھی کہ غصہ کا پارہ جوں جوں چڑھتا جاتا تھا آواز پست تر ہوتی چلی جاتی تھی یہاں تک کہ اگر آواز محض زیرِ لب ہونٹوں کی سرسراہٹ تک ڈوب جائے تو سمجھ لیا جائے کہ اس وقت ان کا عتاب بشری اپنے شباب اور نقطۂ عروج پر ہے؟ -

حقیقت میں شب بیداریاں اور روزہ داریاں سب اس کے آگے آسان تر ہیں کہ جذبات نفسانی کی تیز و تند آندھیوں اور زلزلوں میں اپنے اندرون کے گھر کا ایک پتہ بھی نہ ہل رہا ہو — ایک ذرہ کو بھی اپنے مقام سے ہلنے کی کی اجازت نہ مل رہی ہو -

حقیقت میں یہ مومن کا دوہرا کردار تھا — جس کے ذرے کے آگے پہاڑ بھی بھی بے وزن ہیں — دوہرا اس لئے کہ ایک طاقت ور "مرد" کا ردِّ عمل تھا ایک کمزور اور نہایت بزاں گوئی "عورت" کے مقابلے میں!! — اسی جگہ تو پیغمبرِ اسلام ؐ نے ہم سے ہمارے "مسلمان" ہونے اور "عبد" ہونے کی

تھی دلیل وشہادت طلب کرنی — ان کے نزدیک وہی 'بندہ' جس کی باندی اور بیوی کی شکل میں کمزور بندی یہ گواہی دیدے کہ یہ میری کمزوری کے آگے اس لئے شیر نہیں ہوپاتا کہ اس کے پیش نظر ہمیشہ اس 'معبود' کی ذات رہتی ہے جس کا وہ بھی خود ایک بندہ ہے اور اس کی بیوی بھی اسی کی تخلیق اور بندی ہے — اور جس نے محض سنت کے اور خدا کے نام پہ اپنی آزادی کی قربانی شوہر کے تابع ہوکر رہنے کی قربان گاہ پہ دیدی ہے اس کے یا شوہر کے نفس کی قربان گاہ پہ نہیں! — اس لئے شوہر کو حق نہیں پہونچتا کہ اپنے نفسانی جذبات کے وقت وہ اپنی 'شریک حیات' سے یہ مطالبہ کرے کہ یہاں میرے مقابلہ میں نیچی نظر آؤ! — مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے بھی مفتی باپ کا یہ اُسوۂ حسنہ تھا کہ وہ نفس کے غیظ و غضب کے وقت خوفِ خدا سے مغلوب ہوکر پہلے اپنے آپ 'بندہ' ہونے کا عملی ثبوت دیتے تھے اور پھر — پھر خاموشی سے گویا 'بیوی' سے 'بندگی' کے ثبوت کی امید فرماتے تھے! —

— 'بیوی' ہی نہیں، ہمسائیگی کے لحاظ سے ہر کمزور 'بیوہ' کا بھی یہ تجربہ تھا کہ وہ ان کی تکلیف لیتے تھے اور اپنا آرام انھیں دیتے تھے! — برسات کی آمد سے پہلے ان بیواؤں کی کچی چھتوں پر یہ پکا مسلمان ایک 'بلا مزدوری والا مزدور' بن کر مٹی کوٹتا نظر آتا تھا اور روزانہ اپنا سودا لاتے ہوئے اس کی کمر پہ محلے بھر کی بیکسوں کے — دن کی الگ الگ پوٹلیاں اور بنڈل سوار ہوتے تھے۔"

یہ تھا مفتی صاحب کے مفتی صاحب کا کردار! — ایک ایسے باپ کے بیٹے میرے سامنے دو تھے۔ ان میں مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ہمارے دیوبند سے دور دہلی میں تھے

اور دوسرے صاحبزادے خود دیوبند میں قریب تر تھے لیکن یہ دور افتادہ دہلی والا تائے زاد بھائی جب بھی ہمارے قریب گھر یا سفر میں آیا ہم حیران ہو کر رہ گئے کہ وہ روحانی طور سے ان بھائی صاحب سے زیادہ ہم سے قریب نظر آیا کہ جو دیوبند میں تھے!۔ اپنے والد کا یہ ورثہ بھی انھیں بطور خاص ملا تھا کہ حقوق العباد کو ایک لحاظ سے حقوق اللہ سے بھی زیادہ اہمیت دی جائے!۔ اس لئے کہ حقوق اللہ کی معافی اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے مگر حقوق العباد کی معافی بندوں ہی کے پاس رکھی ہے؟۔ اور بندے؟ بندے کے لئے معاف کرنا اور بھول جانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا خدا کے لئے آسان ہے!۔ دوسری طرف ٹھیک اپنے والد مرحوم کی طرح مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کو بھی اپنی زندگی کے نصف آخر میں اپنی مرحومہ بیوی کی ناز برداری کا مجاہدہ کرنے کا موقعہ ملا تھا ۔ ان کی بیوی مفتی صاحب کی زندگی کے نصف اول میں یہی مجاہدہ خود کرچکی تھیں لیکن ۔ یعنی اول دور میں بیوی کو گرمی کے جواب میں نرمی کا صحرا کے ریاضت طے کرنا پڑا مگر پھر بیوی کی اس بندگی نے آخر اپنے شوہر کو بھی بندگی کے اسی امتحان میں ہنسی خوشی اترنے کی تحریک بخش دی اب بیوی کا مقام اپنے شوہر پر ناز کرنا تھا اور شوہر کا کام عمر بھر اسی بیوی کے ناز اٹھانا ۔

۔ گویا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تو اس مجاہدے کے اول و آخر کامیاب مجاہد اور شہید حق تھے مگر ان کے بیٹے اور میرے بھائی عتیق الرحمٰن صاحب کا نصف آخر حیات آخر کار اتنے بڑے باپ کی سیرت کا شاہکار اور آئینہ دار بن گیا تھا!۔ ایک لحاظ سے یہ بیٹے کی کمی ہے اور باپ کی فضیلت!۔ مگر دوسرے زاویئے سے بیٹا، باپ سے آگے نظر آتا ہے؛ اس لئے کہ گناہ نہ کرنا ملکوتیت کی شان ہے مگر گناہ میں پھنس کر ملکوتیت تک اڑ جانا صرف معراج بشریت ہے؟۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دار السلام میں ۔ جنت الفردوس اور خلق عظیم والے حضورؐ کے پڑوس میں دائمی رفاقت و معیت کا تحفہ عطا فرمائے ۔ آمین، ثم آمین ۔